HJRS HEC Journal Recognition System

AL-HAYAT Research Journal

ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

Volume 3 Issue 2 Jan-March 2026)

فن حدیث میں خبر کی تصدیق کا معیار اور اس کی عصری معنویت

The standard of verification of news in the field of Hadith and its contemporary significance

Dr Muhammad Yaqoob

HOD & Assistant Professor Islamic Thought and Culture,

National University of Modern Languages, Multan

ORCID: https://orcid.org/0000-0002-8038-5355

Dr. Muhammad Shahid (Corresponding Author)

Assistant Professor, Department of Hadith and Hadith Sciences

Allama Iqbal Open University, Islamabad

Email: shahid_edu98@yahoo.com

ORCID: https://orcid.org/0000-0002-7178-5963

Abstract

In today's era, the exchange and transmission of information has become very easy, because of which sometimes attention is not paid to verifying the news. Similarly, sometimes anti-national elements spread false news to fulfil their nefarious purposes. In Islamic history, the high standard of the verification of Hadith remained in every period until the compilation of Hadith. The incidents of the verification of Hadith by the Rightly Guided Caliphs during the era of the Companions are well known. To deal with this problem of fake news, we find the principles of hadith verification, which can be used as a basis to verify the news and deal with the important problem of the present era. These principles are known in the sciences of Hadith as "Dirayat-e-Hadith". In this article, the principles of news verification in the Hadith will be mentioned and their importance in the present era will be discussed.

Key Words: Verification, Fack News, Hadith

1. تمہید:

جعلی خبر کا اطلاق بالعموم دو طرح کی خبروں پر ہوتا ہے، ایک وہ ہیں جن کا تعلق روز مرہ زندگی سے ہے، اور دوسری وہ خبریں ہیں جن کا تعلق خالصتاً دین کے بنیادی ذرائع سے ہے۔ ان ذرائع میں سے ایک حدیث اور اس سے متعلق علم فن حدیث ہے۔ اس علم کی ترویج اس وقت ہوئی جب مسلمانوں میں انتشار اور مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے احادیث وضع کی گئیں۔ محدثین نے ان کی جانچ پڑتال اس انداز سے کی کہ مکمل ذخیرہ احادیث میں جعلی روایات الگ اور صحیح احادیث الگ ہو گئیں-اس نمایاں کارنامے کے سبب ہر اہل ایمان کے لئے روایات کو پرکھنا آسان ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی ان قابل عمل اور صحیح احادیث کو دین اسلام کا مصدر ثانی ہونے کی اساسی حیثیت حاصل ہے([1])۔

CC BY

2. خبر کا تصدیقی معیار

انسانی علم کے عام ذرائع میں خبر بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ خبر ہمیں انسانی جسم میں موجود اہم ذرائع حواس خمسہ سے حاصل ہوتی ہے۔ خبر کے حصول کے بعد ہماری عقل کچھ معلومات کو ترتیب دے کر نتائج اخذ کرتی ہے۔ ان نتائج کی بنیاد پر صحیح اور غلط میں فرق کیا جاتا ہے۔اس سے متعلق مزید علم کے لیے ہمیں دوسرے انسانوں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے جو اپنے تجربات سے ہمیں مستفید کرتے ہیں اور ہمارے علم میں اضافہ کرتے ہیں۔ یہ تجربات دراصل وہ اہم ذریعہ ہیں جو کسی بھی خبر کی تصدیق یا تکذیب کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ جعلی روایات اور خبروں سے بچنے کے لئے عہدِ رسالت سے ان کے بارے تصدیق کا عمل شروع ہو گیا تھا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں کسی بھی خبر کے تصدیقی معیار کو پذیرائی ملی اور اس میں خاطر خواہ استحکام پیدا ہوا(2)۔

i. عہدِ رسالت میں

عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حدیث وخبر کی تحقیق کا طریقہ کار نہایت مضبوط، عملی اور براہِ راست نگرانی پر مبنی تھا۔ اس دور میں باقاعدہ "علم مصطلح الحدیث" کی اصطلاحات تو موجود نہیں تھیں، مگر بنیادی تحقیق کے اصول عملی طور پر نافذ تھے۔ ان میں سے ایک براہِ راست سماع اور مشاہدے کا طریقہ موجود تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث براہِ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو دیکھتے تھے اور اسے بیان کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے اس زمانے میں سند کا مسئلہ فطری طور پر مستحکم تھا۔ "حدّثنا"، "سمعنا" اور "سمعت" کے الفاظ سے روایت کی تصدیق کا معیار قائم ہو گیا تھا۔ ایک اور طریقہ تصدیق کرنے اور سوال اٹھانے کا موجود تھا۔ اگر بعض صحابہؓ کو کسی بات میں کوئی شبہ ہوتا تو وہ دوسرے صحابہؓ سے استفسار کرتے، یا خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تصدیق کر لیتے۔ ایک دفعہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کی قراءت پر سوال اٹھایا اور معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا(3)۔ ایک اور طریقہ کسی خبر کی تصدیق میں یہ تھا کہ کسی خبر یا حدیث پر گواہی طلب کی جاتی تھی۔ خاص طور پر جب وہ معاملہ کسی غیر معمولی اہمیت کا حامل ہوتا۔ ایک اور طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اصلاح و تصحیح کا بھی موجود تھا۔ اگر کوئی صحابی بات نقل کرنے میں کسی ہچکچاہٹ کا سامنا کرتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی فوراً اصلاح فرمادیتے تھے۔ کسی کو بھی دین کے معاملے میں بغیر تحقیق کے بات کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ کسی جھوٹ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا تو سراسر ہلاکت تھی۔ اس ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمادی تھی:

(مَن كذَب عليَّ متعمِّدًا فليتبوَّأْ مقعدَه مِن النَّارِ)(4)۔

"جس نے مجھ پر جھوٹ بولا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے"۔

اس حدیث کے تناظر میں جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث کو منسوب کرتے وقت خوفزدہ ہوتے اور حد درجہ احتیاط سے کام لیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہمہ وقت اُن کی نگاہوں میں رہتا تھا اور اسے بار بار بیان کر کے اس کی تذکیر کیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس کیفیت کو جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اِن الفاظ میں ذکر کیا ہے:

"سید الکونین کا یہ فرمان، محافل صحابہؓ میں اتنی شہرت اختیار کر گیا تھا کہ آج بھی کتبِ حدیث میں سو(100) سے زائد ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام محفوظ ہیں، جن سے یہ روایت منقول ہے"(5)۔ اس فرمان کا مقصد یہ تھا کہ ہر طرح کی جعلی اور خود ساختہ روایت کو قطعاً بیان ہی نہ کیا جائے۔

ii. عہد خلفاء راشدین میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روایت حدیث کو کم سے کم ذکر کرنے کا حکم دیتے تھے اور اسی طرح راوی اور مروی دونوں کے بارے میں حزم واحتیاط کی راہ پر گامزن ہوتے تھے۔ اس ضمن میں وہ کتاب اللہ اور احادیث متواترہ ومشہورہ سے استناد واحتجاج کرتے تھے۔ اسی طرح حدیث سے استدلال کرتے وقت حد درجہ حزم واحتیاط سے کام لیتے

OPEN ACCESS

تھے۔ جس حدیث سے ان کا دل مطمئن ہوتا صرف اسے ہی قبول کرتے تھے۔ ان کا طریقہ کار یہ تھا کہ جس خبر کے راوی حفظ وضبط میں کامل ہوتے اور پھر اس پر گواہ بھی ہوتے تو اس کو قبول کر لیتے (6)

قبولیت حدیث میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی احتیاط

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ اولین شخص تھے جنہوں نے قبولیت احادیث میں احتیاط سے کام لیا۔ ایک دادی آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی کہ اس کے پوتے کے ترکہ سے اسے وراثت دلائی جائے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں اللہ کی کتاب میں تمہارے لئے کچھ نہیں پاتا اور مجھے نہیں معلوم کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے تمہارے لئے ترکہ میں کتنا حصہ مقرر کیا ہے۔ پھر اس کے بارے میں لوگوں سے تصدیق چاہی، تو مغیرہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دادی کو ترکہ میں سے چھٹا حصہ دلایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کوئی شخص تمہاری تائید کرے گا؟۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ان کے حق میں شہادت دی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس دادی کو چھٹا حصہ دلا دیا (7)۔

قبولیت حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی احتیاط

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ شخص تھے جنھوں نے روایت حدیث میں بیدار مغزی اور احتیاط کا پہلو اختیار کیا۔ جب آپ کو کسی روایت کے قبول کرنے میں شک ہو جاتا تو اس کی قبولیت میں توقف فرماتے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر تین مرتبہ سلام کیا اور اندر آنے کی اجازت نہ ملنے پر واپس لوٹ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے پیچھے آدمی بھیجا اور پوچھا کہ آپ لوٹ کیوں گئے تھے؟ کہنے لگے میں نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے سنا ہے کہ "جب کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اسے جواب نہ ملے تو وہ واپس لوٹ جائے"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس حدیث کی تائید میں شہادت پیش کرو، ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ پریشانی کی حالت میں دیگر صحابہؓ کے پاس آئے۔ صحابہؓ سے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے یہ حدیث سنی ہے؟ صحابہؓ نے کہا "یہ حدیث ہم سب نے سنی ہے"۔ چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ گئے اور عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اس حدیث کے صحیح ہونے کی شہادت دی (8)۔

قبولیت حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی احتیاط

حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں حدیث کی تحقیق اور احتیاط کا انداز یہ تھا کہ کسی بھی نئی یا غیر معروف روایت کو بلا تحقیق قبول نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ اس پر دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے شہادت اور تائید طلب کی جاتی تھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے جب بھی کوئی شخص کوئی غیر معروف حدیث بیان کرتا تو آپ رضی اللہ عنہ اس پر عمل کا حکم نہیں دیتے تھے ، بلکہ اس پر کسی دوسرے ثقہ صحابی کی گواہی طلب کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"لا يحل لاحد يروي حديثا لم يكن يعرف في عهد ابي بكر ولا عمر "(9)۔

"کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کوئی ایسی حدیث بیان کرے جو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں نہیں تھی"

اس طرزِ عمل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کسی بھی حدیث کی صحت کے بارے میں نہایت محتاط تھے۔

قبولیت حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی احتیاط

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ "جب میں براہ راست رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے کوئی حدیث سنتا تو مستفید ہوتا اور جب کوئی دوسرا شخص مجھے حدیث سناتا تو اس سے حلف لیتا جب وہ حلف اٹھا لیتا تو میں اس کی تصدیق کرتا تھا"۔

OPEN ACCESS

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حدیث سنائی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

(مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا، فَيَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ الطُّهُورَ، ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، فَيَسْتَغْفِرُ اللَّهَ، إِلَّا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ) قال علی : حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ، وَصَدَقَ أَبُو بَكْرٌ۔

"جو مسلمان شخص کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وضو کرے اور پھر دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے([10])"۔

یہ حدیث صحیح ہے جس میں گناہ کے بعد وضو، دو رکعت نماز اور استغفار سے معافی ملتی ہے۔ علی رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی سچائی کی تصدیق کی اور اس حدیث کے راوی ہونے پر بھروسہ کیا، ان کی سچائی کا اعتراف کیا۔

یہ تمام واقعات خبروں کی تصدیق کرنے، صحیح خبروں کو قبول کرنے اور جعلی خبروں کی تکذیب کرنے میں رہنمائی کرتے ہیں۔ ان واقعات کا جہاں ایک طرف تعلق احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے وہاں دوسری طرف معاشرے کی عام روز مرہ خبروں سے بھی ہے۔ تحقیق کے میدان میں جہاں ایک طرف احادیث کی تحقیق، فن حدیث اور علم الرجال کے اصولوں سے کی جائے گی وہاں دوسری طرف معاشرے کی ہر خبر کی بھی تحقیق کی جائے گی تاکہ تمام قسم کے معاشرتی نقصانات سے محفوظ رہا جائے اور مثبت سوچ پروان چڑھ سکے۔

3. خبر کی تصدیق کا "روایتی "معیار

کسی خبر کی تصدیق کرنے کے لیے نسل انسانی کے عقلاء نے صدیوں پر محیط تجربات اور مشاہدات کیے ہیں جن کی روشنی میں انھوں نے مختلف اصول وضع کیے ہیں۔ ان کا اطلاق کسی بھی روایت کی تصدیق یا تکذیب کے لئے کیا جا سکتا ہے اور ماخذ علم کے طور پر اس کا مقام متعین کیا جا سکتا ہے۔ خبر کی تصدیق کے بنیادی پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں:

"ہمیں دیکھنا چاہئے کہ کسی خبر کی تحقیق کا سخت سے سخت قابل عمل معیار کیا ہو سکتا ہے۔ فرض کیجئے زید نام کا ایک شخص اب سے سو برس پہلے گزرا ہے جس کے متعلق عمرو ایک روایت آپ تک پہنچاتا ہے۔ آپ کو تحقیق کرنا ہے کہ زید کے متعلق یہ روایت درست ہے یا نہیں؟ اس غرض کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ روایت عمرو تک کس طریقے سے پہنچی؟ درمیان میں جو واسطے ہیں، ان کا سلسلہ زید تک پہنچتا ہے یا نہیں؟ درمیانی راویوں سے ہر راوی نے جس شخص سے روایت کی ہے، اس سے وہ ملا بھی تھا یا نہیں۔ ہر راوی نے روایت کس عمر اور کس حالت میں سنی؟ روایت کو اس نے لفظ بلفظ نقل کیا یا اس کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں ادا کیا؟ کیا یہی روایت دوسرے طریقوں سے بھی منقول ہے؟ اگر منقول ہے تو سب بیانات متفق ہیں یا مختلف؟ اور اختلاف ہے تو کس حد تک؟ اگر کھلا ہوا اختلاف ہے تو مختلف طریقوں میں سے کون سا طریق زیادہ معتبر ہے؟ جن لوگوں کے واسطے سے یہ خبر پہنچی ہے، وہ خود کیسے ہیں؟ جھوٹے یا بد دیانت تو نہیں؟ اس روایت میں ان کی کوئی ذاتی یا جماعتی غرض تو مخفی نہیں؟ ان میں صحیح یاد رکھنے اور صحیح نقل کرنے کی قابلیت تھی یا نہیں؟ یہی وہ پہلو ہیں جن سے کسی روایت کی جانچ پڑتال کی جا سکتی ہے([11])۔

اس اقتباس میں روایت پر تنقید کے دو مستقل نوعیت کے معیار ذکر کیے گئے ہیں: ایک "روایتی معیار" ہے جس میں اصل بحث راوی کی شخصیت، سند کے اتصال، روایت کے طریقوں اور اس کی مختلف سندوں سے ہوتی ہے۔ ایک اور معیار بھی ذکر کیا گیا ہے جسے "درایتی معیار" کہتے ہیں جس میں عقلی قرائن کی روشنی میں روایت کے صحت واستناد کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ روایتی معیار کا اندازہ محدثین کی اس بحث سے ہوتا ہے جو انھوں نے صحیح حدیث کے ضمن میں کی ہے۔ علوم الحدیث کی کتب میں موجود اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"هو ما اتصل سنده بنقل عدلٍ تامّ الضبط، غير معلّلٍ و لا شاذٍّ، فالحديث المجمع على صحته عند المحدثين هو ما اجتمع فيه خمسة شرائط"([12])

"حدیثِ صحیح وہ ہوتی ہے جس میں کم از کم پانچ شرائط پائی جاتی ہوں، اس کی سند متصل ہو (منقطع نہ ہو)، تمام راوی عادل ہوں، تام الضبط ہوں (یعنی ان تمام راویوں کا حافظہ بھی قوی ہو)، حدیث معلل نہ ہو، حدیث شاذ نہ ہو"۔

CC BY

حدیث صحیح کہنے کے دو مطالب ہوتے ہیں، ایک عمومی اور دوسرا خصوصی۔ عمومی مطلب میں ہر متواتر، صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ اور حسن روایت بھی شامل ہے۔ اس بات کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کیا ہے:

"واعلم ان کثیرا من المحدثین لا یفرقون بین الحسن والصحیح بل یجعلون الحسن قسما من الصحیح"([13])۔

"یہ بات ذہن نشین رہے کہ اکثر محدثین حسن روایت کو صحیح روایت سے الگ نہیں کرتے"

اس لحاظ سے ان تمام اقسام متواتر، صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ اور حسن احادیث، صحیح ہی کہلائیں گی اور وہ قابل عمل ہوں گی، جبکہ حدیث صحیح کا خصوصی مفہوم یہ ہے کہ ایسی تمام احادیث جو صرف صحیح لذاتہ اور صحیح لغیرہ درجے کی ہوں وہی صحیح احادیث کہلاتی ہیں۔ اس صورت میں محدثین کی نظر میں صحیح حدیث کی تعریف یہ ہے:

"الصحیح لذاته ما اتصل سنده بنقل العدل الضابط عن مثله الی منتهاه من غیر شذوذ ولا علة"([14])

"جس روایت کو عادل، مضبوط حافظے والا راوی متصل سند کے ساتھ شذوذ اور علت کے بغیر بیان کرے وہ صحیح حدیث کہلاتی ہے"۔

محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث صحیح کی وضاحت میں لکھا ہے:

"کسی ایک فرد کی بیان کی ہوئی حدیث اس وقت تک حجت نہیں ہو سکتی جب تک اس میں کچھ شرائط نہ پائی جائیں، وہ یہ ہیں کہ حدیث بیان کرنے والا ذاتی طور پر دیندار ہو، اپنی گفتگو میں سچ بولنے والا مشہور ہو، جو حدیث بیان کر رہا ہے اس کا مطلب بھی جانتا ہو، اور حدیث الفاظ کے تبدیل ہونے سے معنی پر پڑنے والے اثرات سے بھی واقف ہو، حدیث کو بعینہٖ انہی الفاظ میں بیان کرے جیسے اس نے سنے ہوں۔ معنی کا خیال رکھتے ہوئے حدیث بیان نہ کرے؛ کیونکہ اگر معنی کا خیال رکھتے ہوئے حدیث بیان کرتا ہے تو اس بات کا امکان ہے کہ حلال کو حرام بنا دے۔ اگر بعینہٖ الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ حدیث بیان کی جائے تو حدیث کا معنی تبدیل ہونے کا خطرہ باقی نہیں رہے گا۔ اگر محدث حدیث زبانی بیان کر رہا ہے تو اسے وہ حدیث اچھی طرح یاد ہو، اور اگر لکھی ہوئی حدیث پڑھ کر بیان کرے تو اسے اپنی لکھی ہوئی احادیث کی حفاظت کا یقین ہو۔ جس کی جانچ ایسے ہو سکتی ہے کہ اگر یہ محدث جو حدیث بیان کرے اسے دیگر محدثین بھی بیان کرتے ہوں اور اس محدث کی حدیث ان کی مخالفت میں نہ ہو بلکہ انہی کی طرح ہو۔ محدث مدلس بھی نہ ہو کہ کسی ایسے استاد سے وہ حدیث بیان کرے جس سے وہ ملا تو ہے لیکن یہ حدیث اس سے نہ سنی ہو، اسی طرح محدث نبی کریم ﷺ سے ایسی روایات بیان نہ کرے جن میں دیگر ثقہ راویوں کی بیان کردہ احادیث سے اختلاف پایا جاتا ہو([15])۔

مذکورہ بالا تمام امور سند کے ابتدائی راوی کے شیخ سے لے کر نبی کریم ﷺ تک سب مراحل میں لازمی ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ سے نیچے جہاں تک روایت ہے وہاں تک ہر مرحلے میں ان امور کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اگر کسی حدیث میں یہ تمام شرائط جمع ہو جائیں تو وہ اہل علم کی متفقہ رائے کے مطابق صحیح حدیث ہے([16])۔

کچھ اہل علم ایسے بھی ہیں جنھوں نے ان تمام مذکور شرائط میں سے کسی شرط کو لازمی قرار نہیں دیا۔ ائمہ فقہ میں سے مالک بن انس اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مرسل حدیث کو قبول کیا ہے اور اسے قابل عمل قرار دیا ہے۔ یہ بات سند کے شروع سے لے کر آخر تک متصل ہونے کی شرط کو ساقط کر دیتی ہے۔ جیسا کہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

"محدثین کے ہاں سند اور متن کا شذوذ اور علت سے پاک ہونا اضافی شرط ہے، فقہی اصولوں کے مطابق یہ شرط قابل نظر ہے؛ کیونکہ سند میں موجود بہت سی علل کو فقہاء تسلیم ہی نہیں کرتے"([17])۔

cc BY

یہ بات واضح رہے کہ صحیح حدیث کی شرائط کے حوالے سے جو تفصیلات گزر چکی ہیں ان سب کے شرعی اور عقلی ہر اعتبار سے دلائل موجود ہیں-یہ شرائط توقیفی اور محض تعبدی نہیں ہیں، بلکہ یہ تمام شرائط عقلی اور معقول المعنی ہیں۔ ان شرائط کے مقاصد بھی واضح ہیں، یہ شرائط ہزاروں اہل علم کی محنتوں اور ان کے فکری اجتہادات کا ماحصل ہیں۔

4. خبر کی تصدیق کا "درایتی" معیار

درایت "جاننے" کو کہتے ہیں، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ دری الشئی:علمہ بضرب من الحیلۃ[18]، درایت کا مطلب ہے کہ کوشش کر کے کسی چیز کو معلوم کرنا۔ مختلف قرائن کے ذریعے ایسا علم حاصل کرنا جو روزمرہ انسانی تجربات ومشاہدات کی روشنی میں کسی بھی خبر کا مقام متعین کرے۔ کسی روایت کو بلحاظ درایت پرکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے بارے میں یہ دیکھا جائے کہ وہ افتاد طبع، سیرت، خیالات اور عمومی ماحول کے متعلق ثابت شدہ معلومات کے خلاف تو نہیں ؟ اگر روایت کسی غیر معمولی اور بعید از قیاس امر کے متعلق ہے تو کیا اس کے راوی اتنے زیادہ اور معتبر ہیں کہ محض ان کی شہادت پر ایسے امر کو تسلیم کیا جا سکے[19]۔ راویوں کے مختلف مدارج کو ملحوظ رکھا جائے، نہایت ضابط، قابل فہم اور باریک بین راویوں کی روایات کو عام راویوں کی روایات پر ترجیح دی جائے۔ بالخصوص ان روایتوں میں یہ فرق ضرور ملحوظ رکھنا چاہئے جو فقہی مسائل یا دقیق مطالب سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ دیکھا جائے کہ راوی جو واقعہ بیان کرتا ہے، اس میں اصل واقعہ کتنا ہے اور کس قدر راوی کا قیاس ہے[20]۔ واقعہ کے اصل راوی کے تعلقات صاحب واقعہ کے ساتھ کس قسم کے تھے؟ نفس واقعہ کی نوعیت کیا ہے؟ کیا وہ واقعہ اس ماحول میں پیش آسکتا ہے؟ اگر واقعہ کو صحیح مان لیا جائے تو طبعا جو نتائج اس پر مرتب ہونے چاہئیں، وہ ہوئے ہیں یا نہیں[21]۔ درایتی نقد کے یہ پہلو عام ہیں اور ان کا اطلاق ہر قسم کی روایات پر ہو سکتا ہے۔ تاہم اگر روایت کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہو تو ضروری ہے کہ اس کی تائید عقل عام سے بھی حاصل ہو۔

درایت کی بنیاد پر روایت کو پرکھنے کے طریقے کا آغاز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے زمانے میں ہو چکا تھا اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء میں اس کے متعدد شواہد موجود ہیں۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قبول روایت کی ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ اور اصول شرع کے خلاف نہ ہو چنانچہ انہوں نے متعدد مواقع پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیان کردہ روایتوں کو محض اس بنیاد پر رد کر دیا کہ وہ ان کے نزدیک مطلوبہ معیار پر پورا نہیں اترتی تھیں[22]۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب یہ حدیث " (إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ)"[23]"بے شک مرنے والے کو اس کے اہل کے رونے کی وجہ سے سزا دی جاتی ہے" تو فرمایا: "رسول اللہ ﷺ نے یہ بات مومن کے بارے میں نہیں بلکہ کافر کے بارے میں فرمائی ہو گی"۔ پھر فرمایا، تمہیں قرآن کافی ہے: [أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ][24] "کوئی جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی"۔

ہر طرح کی خبر کو جانچنے کے یہی دو ہی معیارات ہیں۔ ایک تو خبر کو بیان کرنے والوں کی تحقیق کرنا اور دوسرا اس خبر کو عقلی پیمانوں پر پرکھنا، ان دونوں معیارات سے ہی کسی خبر کی مکمل تصدیق ممکن ہے۔ اگر ان دونوں طرق ہائے کو بروئے کار لایا جائے تو خبروں کے تمام مہلک اثرات سے بچا جا سکتا ہے۔ مزید برآں محدثین کے مقرر کردہ ان اصولوں پر نظر ڈالی جائے جو انھوں نے درایت حدیث کے ضمن میں مقرر کیے ہیں تو بات مزید کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

درایت حدیث سے مراد ایسا علم ہے جس میں حدیث کے متن اور اس میں بیان کردہ مضمون پر بحث کی جاتی ہے۔ محدثین نے اس علم کے جو اصول بیان کیے ہیں ان میں یہ ہے کہ روایت کسی معتبر اور مستند تاریخی واقعہ کے خلاف نہ ہو، روایت کسی مسلمہ حقیقت کے خلاف نہ ہو، روایت کسی دوسری مضبوط تر روایت کے خلاف نہ ہو، روایت کسی ایسے واقعہ کے متعلق نہ ہو کہ اگر وہ صحیح ہے تو اس کے دیکھنے یا سننے والوں کی تعداد بالیقین زیادہ ہونی چاہیے لیکن پھر بھی اس کا راوی ایک ہو[25]۔

CC BY

5. حدیث کی تصدیق سے متعلق محدثین کے اقوال

کسی بھی حدیث کی تصدیق کرنے کا سب سے بڑا اور پہلا ذریعہ اس کی سند ہے جس سے اس حدیث کی صحت و سقم کو پرکھا جاتا ہے۔ راویوں کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے اور نتیجتاً اس حدیث کے قابل عمل ہونے یا نہ ہونے کو بیان کیا جاتا ہے۔ مسلمان پر ضروری ہے کہ احادیث و اخبار کو نقل کرتے وقت سند پر اعتماد کرے۔ دین اسلام کا امتیاز ہے کہ اس کے تمام شرعی علوم اپنے کہنے والے کے ساتھ سند کے ذریعے قائم اور مربوط ہیں۔ اسی امتیازی خصوصیت کی بنیاد پر علومِ اسلامیہ کی استنادی حیثیت نہایت مضبوط ہے۔ اس کے برعکس دوسرے ادیان اور مذاہب کے بنیادی عقائد سے لے کر عام علوم تک کی حیثیت ناقابلِ اعتماد ہے۔ اسناد دراصل کسی بھی علم کے قابلِ اعتماد ہونے یا نہ ہونے کا اہم ذریعہ ہے، خصوصاً علم حدیث میں کہ اس کے پورے ذخیرے کا دار و مدار سند میں مذکور راویوں پر ہوتا ہے۔ راوی قابل اطمینان ہیں تو حدیث قابلِ قبول ہے، ورنہ نہیں، اس لیے ابو سعد السمعانی رحمۃ اللہ علیہ (۵۶۲ھ) نے "أدب الإملاء والاستملاء" میں لکھا ہے:

"وألفاظ رسول الله صلى الله عليه وسلم لا بد لها من النقل، ولا تعرف صحتها إلا بالإسناد الصحيح، والصحة في الإسناد لا تعرف إلا برواية الثقة عن الثقة والعدل عن العدل"(26)۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نقل کرنا ضروری ہیں، ان کی صحت صرف صحیح سند سے ہی ممکن ہے، اور سند کی صحت ثقہ کا ثقہ سے اور عادل کا عادل سے روایت کرنا ہے"

حدیث کی سند کے حوالے سے محدثین نے ہمیشہ احتیاط کا رویہ اختیار کیا ہے۔ کسی ایسے راوی کی حدیث کو قبول نہیں کیا جس پر کسی طرح کا الزام عائد ہو گیا ہو۔ جس قدر محدثین نے سند کے رجال کی جانچ پڑتال کی ہے وہ ایسے اصول کی شکل اختیار کر گئی ہے جس کے ذریعے ہر خبر کی تحقیق کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔

i. ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا قول

محمد بن سیرینؒ بڑے زاہد، انتہا درجہ کے پرہیزگار، مشہور تابعی اور امام گزرے ہیں۔ قضا و قدر کی طرف سے انھیں حسن اخلاق، خوش معاملگی اور انکسار و فروتنی کی نعمت بدرجۂ اتم عطا ہوئی تھی۔ اخلاق حمیدہ اور خشیت الٰہی کی بدولت آپ پر یہ حالت طاری تھی کہ آپ کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔ علم حدیث میں بھی آپ کی بے پایاں خدمات موجود ہیں۔ اس ضمن میں ان کا کہنا ہے کہ اوائل میں حدیث کی روایت میں اسناد کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا تھا۔ انجام کار جب فتنے اُٹھے اور صالحین اُمت کی طرح اہلِ بدعت نے روایت حدیث شروع کر دی اس کے رد عمل کے طور پر ہم نے حق و باطل میں امتیاز کرنے کے لئے یہ معیار مقرر کیا کہ صرف اہل سنّت کی حدیث لی جائے اور اہلِ بدعت کے بیان کو قابل توجّہ نہ سمجھا جائے(27)۔ آپ نے سند حدیث کی اہمیت کو یوں ذکر کیا:

(إِنَّ هَذَا دِينُكُمْ، فَانْظُرُوا عَنْ مَنْ تَأْخُذُونَهُ)(28)

"بے شک یہ (سند) تمھارا دین ہے، تم دیکھو کہ تم اسے کس سے لے رہے ہو"

ii. عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول

عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ زاہد اور محدث ایک یکتائے زمانہ ہستی تھے۔ صحاح ستہ میں آپ سے کئی احادیث مروی ہیں۔ ان کو تمام دینی علوم میں دستگاہ تھی۔ علم حدیث کے حفظ و روایت سے انھیں خاص شغف تھا، جو وقت جہاد اور عبادت سے بچتا تھا وہ اس مبارک کام میں صرف کرتے تھے۔ بسا اوقات حدیث کا ذکرِ خیر چھڑ جاتا تو پوری رات آنکھوں میں کٹ جاتی۔ ایک دن عشاء کی نماز کے بعد علی بن حسن سے کسی حدیث کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی، تو ساری رات مسجد کے دروازے پر کھڑے کھڑے گذر گئی اور ان کو احساس بھی نہ ہوا(29)۔ شغف بالحدیث کا یہ عالم تھا کہ گھر سے باہر بہت کم نکلتے تھے۔ آپ نے سند حدیث کو دین کا حصہ قرار دیا ہے۔ آپ نے کہا ہے:

CC BY

(الْإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ، وَلَوْلَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ)(30)

"اسناد دین کا حصہ ہے اور اگر اسناد نہ ہوتی تو جو آدمی جو چاہتا کہہ دیتا"

iii. ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے ممتاز حافظ تھے۔ حافظ ذہبی ان کو دوسرے طبقہ کے حفاظ میں شمار کرتے ہیں(31)، حدیث میں ان کی معلومات اس قدر وسیع تھیں کہ جب کبھی ان کے سامنے کوئی حدیث بیان کی جاتی تو وہ اس حدیث سے متعلق معلومات میں اضافہ کر دیتے(32)۔ ابن معین ان کی مرسل حدیثوں کو امام شعبی کی مرسل روایات سے زیادہ پسند کرتے تھے(33)۔ سند حدیث کے رجال کی اہمیت بیان کرتے ہوئے آپ کا قول ہے:

(كَانُوا إِذَا أَتَوُا الرَّجُلَ لِيَأْخُذُوا عَنْهُ نَظَرُوا إِلَى صَلَاتِهِ وَإِلَى سَمْتِهِ وَإِلَى هَيْئَتِهِ)(34)

"جب وہ کسی شخص کے پاس (کوئی حدیث لینے) کے لئے آتے تو وہ اس کی نماز، اس کی شہرت اور اس کی کیفیت کو دیکھا کرتے تھے"

iv. امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

ابو عمرو عبد الرحمن بن عمرو اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ ایک مشہور و معروف محدث تھے اور اپنے زمانے میں اہل شام کے امام تھے۔ ان کا شمار ان تابعین میں ہوتا ہے جو دوسری صدی کے ممتاز مجتہدین میں سے گزرے ہیں۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہم کے برابر کے امام تھے۔ دوسری صدی ہجری میں فقہ و حدیث کے جو مکاتب فکر پیدا ہوئے، ان میں ایک کے بانی بھی ہیں۔ انھوں نے تقریباً پوری زندگی شام میں بسر کی۔ اس لیے زیادہ تر یہیں ان کے مسلک و فتاوے کی ترویج و اشاعت ہوئی اور یہیں سے یہ مسلک اندلس میں پہنچا(35)۔ حدیث کی سند کے حوالے سے بھی آپ بہت محتاط رویہ اختیار کرتے تھے۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عین دین قرار دیا کرتے تھے اور حدیث کے ثقہ راویوں سے حدیث اخذ کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ آپ کا قول ہے:

(خذ دينك عمن تثق به وترضى به)(36)

"اپنا دین اس سے لو جس کے ثقہ ہونے کا تمھیں یقین ہو اور تم اس سے راضی ہو"

v. سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

سفیان ثوری وہ فقیہ و محدث ہیں جنھوں نے ضبط روایت میں اس قدر شہرت پائی کہ شعبہ بن حجاج، سفیان بن عیینہ اور یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہم جیسے کبار محدثین نے آپ کو "امیر المومنین" فی الحدیث کہا ہے۔ ان کے زہد و ورع اور ثقاہت پر سب کا اتفاق ہے۔ جن ائمہ فقہ و حدیث کو زمرۂ تبع تابعین کا سرسید کہا جا سکتا ہے۔ ان میں ایک امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، علم و فضل کے لحاظ سے ان کا شمار ان ائمہ مجتہدین میں ہوتا ہے جو ایک جید فقہی مسلک کے بانی تھے۔ ائمہ اربعہ کے مسلک کے سامنے یہ مسلک زیادہ دن تک زندہ نہ رہ سکا۔ اس کے باوجود فقہ و حدیث کی تمام قدیم کتابوں میں ائمہ اربعہ کے ساتھ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی رایوں اور مجتہدات کا ذکر بھی ملتا ہے۔ حدیث کی مشہور کتاب جامع ترمذی میں قریب قریب ہر باب میں کلمات "وعلیہ سفیان الثوری" کے الفاظ ملتے ہیں۔ اس عہد میں جن بزرگوں کو قرآن اور اس کی تفسیر و تاویل سے خاص شغف تھا اور جنھوں نے اس فن میں اپنی تحریری یادگاریں بھی چھوڑیں، ان میں امام موصوف بھی تھے۔ تذکرہ نگاروں نے امام کو بحیثیت فقیہ اور محدث تو پیش کیا ہے۔ مگر طبقات المفسرین میں ان کا شمار نہیں کیا ہے۔ حدیث کو اخذ کرنے کے لئے سند کے راویوں کی چھان بین کرنے کا ایک اسلوب مقرر کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے:

"إذا حدثك ثقة عن غير ثقة فلا تأخذ، وإذا حدثك غير ثقة عن ثقة فلا تأخذ، وإذا حدثك ثقة عن ثقة فخذوه"(37)

"جب تم سے کوئی ثقہ کسی غیر ثقہ سے کوئی حدیث بیان کرے تو اس سے نہ لیں، اور جب تم سے کوئی غیر ثقہ کسی ثقہ سے بیان کرے تو اس سے بھی حدیث نہ لیں، اور جب تم سے کوئی ثقہ کسی ثقہ سے حدیث بیان کرے تو اس سے حدیث لے لیں"

سند کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ راوی کا نام رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے والوں کے ساتھ ہمیشہ پیوستہ رہتا ہے۔ آپ ﷺ کے ساتھ آدمی کی نسبت قائم ہو جاتی ہے۔ رجال کی تحقیق کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ سند حدیث میں جعل سازی سے حفاظت کی ضامن ہے۔ اگر کہیں بھی جعل سازی ہوتی ہے تو اس کی قلعی کھل جاتی ہے اور تمام راویوں کے حالات معلوم ہوتے ہیں ([38])۔

اصول حدیث کی روشنی میں تمام روایات کو بآسانی پرکھا جا سکتا ہے، ان کی صحت و سقم کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ہر سنائی دینے والی خبر کو بھی ان معیارات کے تناظر میں پرکھنے کے لئے اصول و ضوابط مقرر کیے جا سکتے ہیں۔

6. عصری معنویت

معاصر زمانے میں کسی بھی خبر کی تصدیق محض صحافتی یا علمی تقاضا ہی نہیں بلکہ یہ ایک اخلاقی، سماجی اور دینی ذمہ داری میں بھی شامل ہے۔ موجودہ حالات میں میڈیا کی تمام دستیاب شکلیں سوشل میڈیا، ڈیجیٹل پلیٹ فارمز اور فوری اطلاعات کے ذرائع کے سیل رواں میں ایک جھوٹی خبر لمحوں میں فتنہ، خوف اور نفرت پھیلا دیتی ہے۔ اس لئے یہ بات ہر صاحب بصیرت کے ذہن میں ہونی چاہیئے کہ خبر پھیلانے سے پہلے اس کی تصدیق ہو جائے۔ اس ضمن میں اسے دیکھنا چاہیئے کہ خبر دینی و اخلاقی پہلو کے معیار سے ہوتی ہوئی تقویٰ اور عدل کے اصولوں سے منسلک ہو، فکری و سماجی اہمیت کی حامل ہو اور معاشرتی انتشار کا باعث نہ بنتی ہو، کسی کی کردار کشی نہ کرتی ہو اور اداروں پر عدم اعتماد کی فضا پیدا نہ کرتی ہو، مذہبی و مسلکی نفرت کا سبب نہ بنتی ہو اور کسی فرقے کی تائید سے متعلق بھی نہ ہو۔ کسی کاروبار کو تباہ کرنے کا باعث نہ بنتی ہو اور نہ ہی کسی سیاسی جماعت کی براہ راست مخالفت پر مبنی ہو، قومی سطح پر ملکی مفاد کے خلاف نہ ہو اور ذاتی سطح پر اپنے لیے نرم دلی حاصل کرنے کے لیے نہ ہو، پیسے بٹورنے اور کسی انعام کے لالچ میں بھی نہ ہو۔ اگر جدید پیرائے میں بات کی جائے تو ہر خبر پھیلانے والے کی یہ ڈیجیٹل ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ کسی بھی خبر کو فارورڈ کرنے سے پہلے رک جائے، جذبات کے بجائے دلیل کو ترجیح دے، سنسنی خیزی سے اجتناب کرے اور غور و فکر کے بعد اس خبر کو ارسال کرے۔ یہ احتیاط صرف کسی صحافی پر ہی نہیں بلکہ ہر سوشل میڈیا صارف پر لاگو ہوتا ہے۔ خبر کے تصدیقی معیار کے طور پر یہ تمام احتیاطیں سچ کی حفاظت، انسانوں کے وقار کی بقاء اور معاشرے کے استحکام کی ضامن ہیں۔

7. نتائج و سفارشات

1. قبولیت حدیث کے اصول موجودہ دور میں خبر کی تصدیق کے لیے راہ نما اصول ہیں۔
2. خبر کی تصدیق کا عمل معاشرتی امن کے قیام کا ضامن ہے۔
3. خلفائے راشدینؓ کے ہاں حدیث کی تصدیق کا معیار تائید، گواہی اور قسم تھا۔
4. دور صحابہؓ و تابعین میں اشاعت حدیث میں حد درجہ اہتمام کیا جاتا تھا۔
5. محدثین نے اخذ حدیث میں احتیاط اختیار کی اور قوی سند کو قبول کیا۔
6. خبر کی تصدیق یا تکذیب نہ ہونے کی صورت میں توقف کیا جائے۔
7. ہر خبر کو شیئر کرنے سے اجتناب کیا جائے۔
8. کسی خبر کی تصدیق فن حدیث کے روایتی اور درایتی معیار سے کی جائے۔
9. خبر کی تصدیق کے لیے ارباب اختیار کی طرف رجوع کیا جائے۔
10. خبروں اشاعت اور گردش پر ریاستی نگرانی ہو تاکہ جعلی خبروں کی مناسب روک تھام کی جا سکے۔

CC BY

11. جھوٹے کو مردود الشہادۃ قرار دیا جائے اور آئندہ اس کی کوئی خبر تسلیم نہ کی جائے۔

12. سوشل میڈیا پر نظر آنے والی غلط اور جھوٹی خبروں کو فوری ہٹایا جائے۔

حوالہ جات

---

[1]-خطیب بغدادی، الکفایۃ فی علم الروایۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1409ھ / 1988ء باب: ذکر شروط من تقبل روایتہ ومن ترد، ص 121۔

Khatib al-Baghdadi, Al-Kafiyyah fi Ilm al-Rewaiyah, Dar al-Kitab al-ilmiyyah, Beirut, 1409 AH/1988 AD Chapter: Zikr sharoot man tuqbalo riwayathu wa man turado, p. 121.

[2]-خطیب بغدادی، الکفایۃ فی علم الروایۃ۔ ص 31-32۔

Khatib al-Baghdadi, Al-Kafiyyah fi Ilm al-Rawiyyah.P. 31.32.

[3]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح۔ فضائل القرآن، باب: أُنزل القرآن علی سبعۃ أحرف، حدیث نمبر: 4992۔

Bukhari, Muhammad bin Ismail, Al-Jami' al-Sahih. Fazail al-Qur'an, Ma unzal al Quran ala sabat e ahruf, Hadith No: 4992.

[4]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح۔ حدیث 6197۔

Bukhari, Muhammad bin Ismail, Al-Jami' al-Sahih. Hadith 6197.

[5]۔ سیوطی، جلال الدین، عبد الرحمان، الآلي المصنوعۃ۔ ج 1، ص 123، حدیث نمبر 68۔

Suyuti, Jalaluddin, Abdul Rahman, Al-lali Al-Masnuwa.V 1, p. 123, Hadith No. 68.

[6]۔ ذہبی، محمد بن احمد بن عثمان، تذکرۃ الحفاظ۔ ج 1، ص 50۔

Dhahabi, Muhammad bin Ahmad bin Uthman, Tazkrat al-huffaz. V 1, p. 50.

[7]۔ ذہبی، محمد بن احمد بن عثمان، تذکرۃ الحفاظ۔ ج 1، ص 35۔

Dhahabi, Muhammad bin Ahmad bin Uthman, Tazkrat al-huffaz V1, p. 35.

[8]۔ ذہبی، محمد بن احمد بن عثمان، تذکرۃ الحفاظ۔ ج 1، ص 40-41۔

Dhahabi, Muhammad bin Ahmad bin Uthman, Tezkrat al-hufaz. Volume 1, pp. 40-41.

[9]-خطیب بغدادی، الکفایۃ فی علم الروایۃ۔ جلد 1، ص 142-143۔

Khatib al-Baghdadi, al-Kifayat fi ilm al-Rawaiyat. Volume 1, pp. 142-143.

[10]۔ سجستانی، ابو داود، سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب فی الاستغفار۔ حدیث نمبر: 1521۔

Sasjastani, Abu Dawood, Sunan Abi Dawood, Kitab al-Salaat, chapter on forgiveness. Hadith number: 1521.

[11]۔ مودودی، ابو الاعلی، سید: تفہیمات۔ ناشر: لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، 2000ء، حصہ اول، ص 345۔

Maududi, Abul-Ala, Sayyed: Tafhemat. Publisher: Lahore, Islamic Publications, 2000, Part I, p. 345.

[12]-حاکم، نیسابوري، عبد اللہ، المدخل إلی کتاب الإکلیل۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت، ص 9-10۔

Al-Hakim, Nisaburi, Abdullah, al-Mudkhal al-Kitab al-Ikleel. Dar al-Kutub al-Alamiya Beirut, pp. 9-10

[13]-العسقلاني، ابن حجر، النکت علی کتاب ابن الصلاح، ربیع بن هادي عمیر، مکتبۃ دار ابن الجوزي، جلد 1، صفحہ 410۔

Al-Asqalani, Ibn Hajar, Al-Noqat Ala Kitab Ibn al-Salah, Rabi' bin Hadi Umayr, Maktaba, Dar Ibn Al-Jawzi, Volume 1, page 410.

[14]ابن حجر العسقلاني، نخبۃ الفکر في مصطلح أهل الأثر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، صفحہ: 29۔

Ibn Hajar al-Asqalani, "Nakhbata al-Fikr" in the term "Ahl al-Athar", Dar al-Kutub Al-Elamiya, Beirut, page: 29.

[15]-شافعي، محمد بن ادریس، الرسالۃ، باب: خبر الواحد، تحقیق: أحمد شاکر، ص 369-371۔

.Shafi'i, Muhammad bin Idris, Al-Risala, Chapter: Khabar al-Wahed, Research: Ahmad Shakir, pp. 369-371

[16]-ابن الصلاح، المقدمۃ في علوم الحدیث - صفحہ نمبر 8۔

Ibn al-Salah, Al-Muqadama fi Ulum al-Hadith - Page No. 8.

[17]-الذھبي، شمس الدین، الموقظۃ في علم مصطلح الحدیث۔ تحقیق: عبد الفتاح أبو غدۃ، ناشر: مکتب المطبوعات الإسلامیۃ، حلب، اشاعت: 1412ھ / 1992ء ص 20-22۔

Al-Dahhabi, Shams al-Din, Al-Muqazah fi 'ilm al-Haadith term. Research: Abd al-Fattah Abu Ghada, publisher: Maktab al-Mabbatat al-Islamiyya, Aleppo, .published: 1412 AH / 1992 p. 20-22

[18]۔احمد حسن زیات، المعجم الوسیط۔ناشر: ایران، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، ص282۔

Ahmad Hasan Zayat, Al-Maajim al-Wasit. Publisher: Iran, Farhang Islamic Publishing House, p. 282

[19]۔مودودی، ابوالاعلی، سید: تفہیمات۔ناشر: لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، ص345۔

Maududi, Abul-Ali, Syed: Tafihyat. Publisher: Lahore, Islamic Publications, p. 345

[20]۔شبلی نعمانی، سیرت النبی، لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، 1975ء، ج1، ص101۔

Shibli Nomani, Sirat-ul-Nabi, Lahore: School of Building Humanity, 1975, vol.1, p.101

[21]۔پروفیسر سعید احمد اکبر آبادی، صدیق اکبرؓ۔ندوۃ المصنفین، دہلی، ج1، ص144۔

Pro Saeed Ahmad Akbarabadi, Siddique Akbar, Nidwat al-Musnafin, Delhi, vol. 1, p. 144.

[22]۔سید سلیمان ندوی، عین الاصابہ فی ما استدرکتہ عائشۃ علی الصحابہ، مشمولہ سیرت عائشہ: لاہور: اسلامی کتب خانہ، سن ندارد، ص266۔281۔

Syed Sulaiman Nadwi, Ain al-Asaba fi ma istdrakta Aisha Ali Sahabah, containing the biography of Aisha:, Lahore: Islamic Library, Sun Darhid, pp. 266-281.

[23]۔بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح۔حدیث نمبر1286۔

Bukhari, Muhammad bin Ismail, Al-Jama'i al-Sahih. Hadith number 1286.

[24]۔سورۃ النجم، آیت نمبر38۔

Surah Al-Najm, verse 38.

[25]۔السخاوي، محمد بن عبد الرحمن 902ھ، فتح المغیث۔دار الکتب العلمیۃ، جلد1، صفحہ307۔

.Al-Sakhawi, Muhammad bin Abd al-Rahman 902 AH, Fateh al-Mughith. Dar al-Kutub al-Ilmiya, Volume 1, page 307.

[26]۔خطیب بغدادی (ت:463ھ)، الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع۔ج2، ص80-81۔

.Al-Khatib al-Baghdadi (d. 463 AH), Al-Jama'i Lakhlaq al-Ravi wa Adaab al-Saami. Volume 2, pp. 80-81

[27]۔شمس الدین ذہبیؒ (ت748ھ)، میزان الاعتدال فی نقد الرجال۔ج4، ص47۔

Shams-ud-Din Dhahbi (d. 748 AH), Meezan al-Atidal fi Naqd al-Rijal. Vol. 4, p. 47

[28]۔صحیح مسلم، باب: الإسناد من الدین، مقدمہ صحیح مسلم، حدیث نمبر:26۔

Sahih Muslim, Chapter: Al-Isnaad Min al-Din, Muqadema Sahih Muslim, Hadith No: 26.

[29]۔ذہبی، شمس الدین (ت:748ھ)، سیر أعلام النبلاء۔ج8، ص395-396۔

Shams-ud-Din Dhahbi (d: 748 AH), Seer A'lam al-Nabula. Volume 8, pp. 395-396.

[30]۔ابو محمد، الرامہرمزي (ت:360ھ)، مطبعہ دار الفکر بیروت، ص:118۔

Abu Muhammad, al-Ramahramzi (d: 360 AH), Mutaba, Dar al-Fikr Beirut, p: 118.

[31]۔ذہبی، شمس الدین، (ت:748ھ)، سیر أعلام النبلاء۔ج4، ص524۔

Dhahabi, Shams al-Din, (d: 748 AH), Seer A'lam al-Nabula. Vol. 4, p. 524

[32]۔ذہبی، شمس الدین، سیر أعلام النبلاء، ج4، ص213۔

Dhahabi, Shams al-Din, Seer Alam al-Nabula, Vol. 4, p. 213

[33]۔ابن سعد، طبقات الکبری۔ج6، ص277۔

Ibn Sa'd, Tabaqat al-Kubra, vol. 6, p. 277

[34]۔الدارميؒ، عبد اللہ بن عبد الرحمن، سنن۔باب في الأخذ عن أھل الأھواء، حدیث:428۔

Al-Darmi, Abdullah bin Abdul Rahman, Sunan. , Chapter in Al-Akhaz an Ahl al-Ahwa, Hadith: 428

[35]۔ذہبی، شمس الدین، (ت:748ھ)، سیر أعلام النبلاء ج7، ص107۔

Dhahabi, Shams al-Din, (d: 748 AH), Seer A'lam al-Nabula, vol. 7, p. 107

[36]۔بغدادی، خطیب، الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع۔ج2، ص174۔

Al-Baghdadi, Khatib, Al-Jaami li akhlaq al-Ravi wa Adaba al-Same., Vol. 2, p. 174.

[37]۔بغدادی، خطیب، الجامع لأخلاق الراوي۔ج1، ص136۔

Al-Baghdadi, Khatib, Al jam e li akhlaq Al-Rawi. Volume 1, page 136.

[38]۔عسقلانی، ابن حجر، نزھۃ النظر۔دار ابن کثیر، بیروت-2015ء، ص:80۔

Asqalani, Ibn Hajar, Nuzhat al-Nazar, Dar Ibn Kathir, Beirut - 2015, p: 80.